وعظ

غضّ البصر

(نگاہوں کی حفاظت کا اہتمام)

یہ وعظ حضرت تھانویؒ نے ۱۲ شوال المکرّم ۱۳۲۹ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں معصیتِ چشم کے عنوان پر ۳ گھنٹے بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ سامعین کی تعداد تقریبا دو ہزار تھی۔ مولانا عبداللہ صاحبؒ گنگوہی نے قلمبند کیا۔

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾(۱)

ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ’’ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتے ہیں اور جس شئے (۲) کو سینے میں چھپاتے ہیں اس کو بھی جانتے ہیں‘‘۔

وجہِ انتخابِ مضمون

یہ ایک آیت ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہیں اور معانی بہت ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک امرِ قبیح(۳) پر مطلع فرمایا ہے اور علاوہ اطلاع کے اس میں زجر (۴) بھی ہے اس کو اس وقت اس لئے اختیار کیا ہے کہ جس مرض کا اس میں بیان ہے آج کل اس میں بہت ابتلا ہے اور امراض میں سے وہی مرض متنبہ کرنے کے لئے لیا جاتا ہے جس میں ابتلا ہو۔

(۱) سورۃ المؤمن آیت:۱۹ (۲) چیز (۳) برے کام (۴) تنبیہ۔

حقیقتِ مرض

اور مرض سے یہاں مراد معصیت ہے گو لوگ اس کو مرض سمجھیں کہ تعجب ہوگا کہ اس کو مرض کیوں کہا گیا لیکن بعد بیان حقیقت مرض کے اس کی وجہ سمجھ میں آجاوے گی مرض کی حقیقت ہے اعتدال سے مزاج کا خارج ہوجانا(۱) اور معصیت(۲) میں بھی قلب کا مزاج اعتدال سے خارج ہوجاتا ہے بلکہ یہ خروج عن الاعتدال جو قلب کے متعلق ہے زیادہ مضر(۳) ہے اس لئے کہ بدنی مرض کا انجام بہت سے بہت یہ ہے کہ مرجاوے گا اور مرنے سے بعض اوقات نفع ہوتا ہے(۴) بہت سے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا ہے۔

تکلیف کے احساس کی وجہ

کیونکہ جس قدر آلام(۵) ہیں وہ اس بدن اور روح کے تعلق کی وجہ سے ہیں دیکھئے مرضِ حذر یعنی سن ہوجانے میں بدن کو اگر کاٹ ڈالیں کچھ بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور مفلوج(۶) کے فالج زدہ حصہ میں اگر سوئیاں بھی چبھوئیں کچھ بھی اثر نہیں ہوتا کیونکہ روح کا تعلق بدن سے ویسا نہیں رہا باوجودیکہ اس حالت میں روح سے تعلق رہتا ہے گو وہ تعلق ضعیف(۷) ہی سہی اور اس تعلق ہی کا اثر یہ ہے کہ وہ عضو گلتا سڑتا نہیں جیسے مردہ کا بدن گل جاتا ہے اور جبکہ بالکل ہی روحی مفارقت ہوجاوے(۸) اور یہ تعلق ضعیف بھی نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ بطریق اولی(۹) تکلیف نہ ہوگی یعنی جو مفہوم تکلیف کا ہمارے نزدیک ہے اور جو معنی متبادر الم(۱۰) کے ہیں وہ نہ ہوگی

(۱) نکل جانا (۲) گناہ (۳) دل کا درمیانی حالت سے خارج ہونا زیادہ نقصان دہ ہے (۴) فائدہ (۵) مصائب (۶) جس کو فالج کا مرض لاحق ہو (۷) کمزور (۸) بالکل ہی روح نکل جائے اور یہ کمزور تعلق بھی نہ رہے (۹) بدرجہ اولی (۱۰) تکلیف کے جو معنی معلوم ہیں۔

ہاں دوسرے دلائل سے معلوم ہوا کہ روح کو بعد مفارقتِ جسم کچھ تاذی ہوتی ہے(۱) جیسا کہ بعض نصوص (۲) میں ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فعل سے روح کو کچھ الم (۳) ہوتا ہے مگر جس قسم کا الم روح کے تعلق مع الجسم (۴) کی حالت میں ہڈی توڑنے سے روح کو ہوتا ہے وہ الم (۵) نہیں ہوتا اس کو ایک مثال کے ضمن میں سمجھنا چاہیئے کہ مثلاً زید کے بدن کو اگر مارا جاوے تو اس کو تکلیف ہوگی اور زید کی رضائی اتار کر چولھے میں رکھ دی جاوے تب بھی تکلیف ہوگی مگر دونوں تکلیفیں جدا جدا ہیں پس روح کے مفارق ہونے کے بعد روح کو ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے رضائی جلانے سے زید کو ہوئی اور اس تکلیف کی وجہ بھی وہی تعلق سابق ہے جو بدن کے ساتھ اس کو تھا وہ تعلق اس کو مستحضر ہوتا ہے۔اس لئے تکلیف ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب روح مفارق ہوجاتی ہے تو کوئی الم (۶) نہیں رہتا۔

ایک لطیفہ

اس وقت ایک لطیفہ یاد آیا ایک طبیب کی تعریف کی گئی کہ یہ بڑے اچھے حکیم ہیں ان کے علاج سے مرض ہی نہیں رہتا یعنی مریض ہی نہیں رہتا جو مرض رہے کیونکہ مرض نہ رہنے کی دو صورتیں ہیں یا تو مریض رہے اور تندرست ہوجاوے یا یہ کہ مریض ہی چل دے۔ جیسے کسی افیونی کی ناک پر مکھی آکر بیٹھی اس نے اڑادیا وہ پھر آبیٹھی جب کئی بار اڑانے سے نہ گئی تو آپ نے چھری لے کر ناک اڑا ڈالی اور کہا وہ اڈا ہی نہیں رہا

---

(۱) تکلیف ہوتی ہے (۲) بعض احادیث میں ہے (۳) درد (۴) جس قسم کا درد روح کے جسم کے ساتھ تعلق ہونے کی صورت میں ہوتا (۵) ویسا درد نہیں ہوتا (۶) جب روح جدا ہوجاتی ہے تو کوئی درد نہیں رہتا۔

جس پر اب بیٹھے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے نہ زکام رہتا ہے نہ کھانسی نہ بخار نہ فکر نہ رنج سب بلائیں اور آلام دور ہوجاتے ہیں بالکل سکون ہوجاتا ہے۔

اُمِّ سُلیمؓ کی فراست

سکون کے لفظ پر ایک شرعی لطیفہ یاد آیا اور وہ حکیمانہ لطیفہ ہے۔ اور وہ حضرت ابوطلحہؓ اور ان کی بی بی ام سلیمؓ کا قصہ ہے ان دونوں میاں بی بی کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک مرتبہ ان کا بچہ بیمار ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہؓ ہمیشہ آکر بی بی سے اس کا حال پوچھتے ایک روز بچہ انتقال کر گیا حضرت ابوطلحہؓ اس وقت باہر تھے بی بی نے یہ خیال کیا کہ اگر میں اب اطلاع کروں گی تو شب کا وقت ہے نہ کھانا کھائیں گے اور نہ ان کو نیند آئیگی خواہ مخواہ بے چین ہوں گے اس لئے مناسب ہے کہ اس وقت اطلاع ہی نہ کی جائے حقیقت میں دین عجیب شئے ہے تمام عمر کی اصلاح کردیتا ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ جب باہر سے تشریف لائے تو حسبِ عادت دریافت فرمایا کہ بچہ کیسا ہے' اب یہ وقت بڑے امتحان کا تھا اگر سچ بولیں تو وہ مصلحت فوت ہوتی ہے اور جھوٹ میں شرعاً گناہ' حقیقت میں بڑی کشمکش کا وقت تھا لیکن دین فہم (۱) کو تیز کردیتا ہے چنانچہ من جانب اللہ ایک جواب ان کو القاء (۲) ہوا۔ فرمایا اب تو اس کو سکون ہے' آرام ہے اس لئے کہ موت سے بڑھ کر کوئی سکون اور آرام نہیں ہے اس لئے کہ آرام وراحت کی دو صورتیں ہیں دفعِ مضرت یا جلبِ منفعت (۳) دونوں حالتوں میں عرفاً آرام سے ہونا کہا جاتا ہے۔ موت میں دونوں چیزیں موجود ہیں۔ دفع مضرت بھی ہے

(۱) سمجھ اور عقل کو تیز کردیتا ہے (۲) اللہ کی طرف سے یہ جواب ان کے دل میں آیا (۳) نقصان سے بچ جانا یا نفع حاصل ہوجانا۔

''وَهُوَ ظَاهِرٌ''(۱)اورجلبِ منفعت یہ ہے کہ موت سے ''وصول الی المحبوب الحقیقی''(۲) ہے یہ خاص مسلمانوں کے لئے ہے۔

تعزیت کا خوبصورت انداز

ایک لطیفہ یاد آیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ یعنی حضرت عباسؓ کا انتقال ہوگیا تو جیسا کہ ایک اعرابی نے مجھ کو تسلی دی ایسی کسی نے نہیں دی سچ یہ ہے کہ دیندار خواہ گاؤں کا ہو یا شہر کا اس کا فہم (۳) چونکہ دین کی وجہ سے درست ہوجاتا ہے اس لئے وہ حقائق کو خوب سمجھتا ہے وہ مضمون تسلی کا یہ ہے:

اصبر تکن بك صابرين فانما　　صبر الرعية بعد صبرالرأس
خير من العباس اجرك بعده　　والله خير منك للعباس

مطلب یہ ہے کہ اب صبر کیجئے ہم بھی آپ کی وجہ سے صبر کریں گے کیونکہ چھوٹوں کا صبر بڑے کے صبر کے بعد ہوتا ہے اور اس واقعہ میں نہ تمہارا کچھ نقصان ہوا بلکہ نفع ہی ہے اور نفع یہ ہے کہ تم کو ثواب ملا اور وہ ثواب تمہارے لئے حضرت عباسؓ سے بہتر ہے اور حضرت عباسؓ کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوا اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مل گئے اور اللہ تعالیٰ عباسؓ کے لئے تم سے بہتر ہے یعنی تمہارے پاس رہنے سے اللہ کے پاس رہنا بہتر ہے یہ عجیب مضمون ہے، حقیقت میں موت ایسی ہی آرام کی شے ہے۔

موت کی حقیقت

حدیث میں آیا ہے کہ موت مؤمن کا تحفہ ہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ اس سے بھاگتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس عالم کو دیکھا نہیں۔ موت ایک ریل گاڑی

---

(۱) نقصان کا دور ہونا ہے اور وہ ظاہر ہے کہ جسمانی تکلیف سے نجات ہوگئی (۲) اور فائدہ یہ ہے کہ موت سے انسان اپنے محبوب حقیقی یعنی اللہ سے مل جاتا ہے (۳) سمجھ۔

کی طرح ہے جیسے گاڑی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے اسی طرح موت اس عالم سے دارِ آخرت میں پہنچا دیتی ہے۔

دنیا اور آخرت کی مثال

جب گاڑی میں آدمی بیٹھا ہوتا ہے تو اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ میرے لئے وہاں کیا کیا تیار ہو رہا ہے جب ریل سے اسٹیشن پر اُترے دیکھا تو وہاں طرح طرح کے سامان ہیں ایک مخلوق استقبال کے لئے کھڑی ہے اقسام اقسام کی نعمتیں کھانے پینے کی موجود ہیں تو اس وقت جانتا ہے کہ اللہ اکبر یہاں تو ہمارے لئے بڑا سامان ہے اور جہاں سے آیا تھا وہ سب اُس کی نظر میں ہیچ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کا خیال تک بھی نہیں آتا اسی طرح اس دنیا کا حال ہے کہ اس وقت یہاں کچھ خبر نہیں لیکن جب یہاں سے رحلت (۱) ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہاں دیکھ لیں گے کہ یہاں ہمارے لئے کیا نعمتیں ہیں اور بزرگوں نے بصر سے یا بصیرت سے دیکھا ہے اس لئے ان کی نظر میں دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ دنیا کو عالمِ آخرت کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ماں کے رحم کو اس دنیا کے ساتھ ہے جیسے بچہ اپنی رضامندی سے دنیا میں نہیں آتا اسی طرح آدمی وہاں جانا نہیں چاہتا اور جیسے بچہ ماں کے رحم ہی کو سمجھتا ہے کہ تمام جہان یہی ہے اور آگے اس کی نظر ہی نہیں جاتی اور جب ماں کے رحم سے نکلتا ہے تو حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم لوگ جب یہاں سے جاویں گے تو اس دنیا کی حقیقت معلوم ہوگی۔

---

(۱) جب یہاں سے جائے گا۔

اُمِّ سُلیم کا صبر وتحمل

بہرحال موت ہر طرح سکون اور آرام کی شے ہے۔ اسی واسطے حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا اب اس کو سکون ہے اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے کھانا کھایا اور پھر ان کو بی بی کے پاس جانے کی رغبت ہوئی اور بی بی کا حال یہ کہ ظاہر میں تو جو کچھ میاں کہتے تھے ان کی رضامندی کے واسطے سب کچھ کررہی تھیں مگر اندر جو کچھ تھا وہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا غرض میاں تو فارغ ہوکر سورہے اور بی بی کو کیا نیند آئی ہوگی صبح کے وقت جب حضرت ابوطلحہؓ نماز پڑھ کر تشریف لائے تو بی بی نے پوچھا کہ بھلا ایک بات تو بتلاؤ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی امانت رکھ دے تو جب وہ اپنی امانت مانگے تو ہنسی خوشی دینا چاہیئے یا ناک منہ چڑھانا چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں ہنسی خوشی دینا چاہیئے کہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت لے لی۔ اب تم صبر کرو میاں ناراض بھی ہوئے کہ رات تم نے خبر نہ کی فرمایا کہ کیا نفع تھا' تم پریشان ہوتے۔ مجھے اس پر قصہ یاد آیا تھا کہ انہوں نے موت کا نام سکون رکھا۔

امراضِ جسمانی اور روحانی کے علاج میں لوگوں کی حالت

حاصل یہ کہ امراض بدنیہ کا انتہائی انجام موت ہے اور موت چونکہ قاطع تمام مصائب(۱) کی ہے اس لئے کچھ مضر نہیں مگر پھر بھی امراض بدنیہ کا اس قدر اہتمام ہوتا ہے جس کی کوئی حد نہیں بخلاف مرض روحانی کے جس کی حقیقت ہے حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا(۲) اعتدال سے خارج ہوجانا کہ اس کا انجام وہ ہلاکت ہے جس کی نسبت فرمایا ہے ﴿لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی﴾(۳) جس کا نام جہنم ہے اگر موت آجاتی تو

(۱) موت تمام مصائب کو ختم کردینے والی ہے (۲) شریعت کی مقرر کردہ حدود کا خیال نہ کرنا (۳) جہنم میں نہ مرینگے نہ جئیں گے۔ سورۃ الاعلیٰ:۱۳۔

سب قصے ختم ہوجاتے وہاں موت بھی نہیں پس جس مرض کا انجام صرف ہلاکت بدن ہے اس کو جب قابل اہتمام سمجھتے ہیں تو جس مرض کا نتیجہ ہلاکت ابدی یا مدید شدید (۱) ہے کیا وہ قابل اہتمام نہیں کیا اس کو مرض نہ کہا جاوے گا۔ مگر حالت یہ ہے کہ زکام ہوجاوے تو حکیم جی کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور صدہا روحانی امراض میں مبتلا ہیں اور کچھ پرواہ نہیں اور یوں تو ہر معصیت (۲) قابل اہتمام وفکر ہے۔

قابلِ توجہ مرض

لیکن خصوصیت کے ساتھ وہ معصیت زیادہ قابل فکر ہے جس کو خفیف سمجھا جاوے۔ کسی نے بقراط سے پوچھا تھا کہ امراض میں کونسا مرض زیادہ شدید ہے؟ کہا کہ جس مرض کو خفیف (۳) سمجھا جاوے وہ بہت اشد ہے۔ اسی طرح جس گناہ کو ہلکا سمجھا جاوے وہ بہت شدید ہے اس لئے کہ وہ لاعلاج ہے۔ سو منجملہ ایسے امراض کے ایک مرض یعنی گناہ وہ ہے جس کا اس آیتِ کریمہ میں ذکر ہے اور اسی واسطے اس کو اس وقت اختیار کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ﴿یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَ عْیُنِ﴾ الخ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو گناہوں کا ذکر فرمایا ہے آنکھوں کے گناہ کو اور دل کے گناہ کو اور یوں تو آنکھوں کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر ہے وہ کیا ہے بدنگاہی۔ اسی طرح دل کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں بقرینہ سباق خاص گناہ کا ذکر ہے یعنی نیت بری ہونا ان دونوں گناہوں کو لوگ گناہ سمجھتے ہیں لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ جس درجہ ان کی مضرت (۴) ہے اس قدر نہیں سمجھتے۔

---

(۱) ہمیشہ کی ہلاکت یعنی کافر ہوکر ہمیشہ جہنم میں رہنا یا طویل مدت جہنم میں رہنا جیسے گنہگار مسلمان کہ آخر کار جہنم سے نکل آئیں گے لیکن عذاب بھگت کر (۲) ہر گناہ (۳) جس مرض کو ہلکا سمجھیں (۴) انکا نقصان ہے۔

بدنگاہی میں ابتلاء

چنانچہ گناہ کا ادنیٰ اثر یہ ہونا چاہئیے کہ دل تو میلا ہو جائے مگر اس گناہ کے بعد دل بھی میلا نہیں ہوتا بہت خفیف سمجھتے ہیں ۔ کسی عورت کو دیکھ لیا' کسی لڑکے کو گھور لیا اس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا یا کسی پھول کو دیکھ لیا اور یہ گناہ وہ ہے کہ اس سے بوڑھے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں ۔ بدکاری سے تو بہت محفوظ ہیں کیونکہ اس کے لئے بڑے اہتمام کرنے پڑتے ہیں اول تو جس سے ایسا فعل کرے وہ راضی ہو اور روپیہ بھی پاس ہو اور نیز حیا وشرم بھی مانع (۱) نہ ہو غرض اس کے لئے شرائط بہت ہیں اسی طرح موانع (۲) بھی بہت ہیں۔ چنانچہ کہیں تو یہ امر مانع ہوتا کہ اگر کسی کو اطلاع ہو گئی تو کیا ہوگا۔ کسی کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی بیماری نہ لگ جاوے۔ کسی کے پاس روپیہ نہیں ہوتا کسی کو اس کی وضع مانع ہوتی ہے چونکہ موانع زیادہ ہیں اس لئے کوئی شائستہ آدمی خصوصا جو دیندار سمجھے جاتے ہیں اس میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں بخلاف آنکھوں کے گناہ کے کہ اس میں سامان کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ نہ اس میں ضرورت روپیہ کی اور نہ اس میں بدنامی کیونکہ اس میں خبر تو اللہ ہی کو ہے کہ کیسی نیت ہے کسی کو گھور لیا اور مولوی صاحب مولوی صاحب رہتے ہیں اور قاری صاحب قاری صاحب رہتے ہیں نہ اس فعل سے ان کو مولویت میں فرق آتا ہے اور نہ قاری صاحب کے قاری ہونے میں کوئی دھبہ لگتا ہے اور گناہوں کی خبر تو اوروں کو بھی ہوتی ہے مگر اس کی اطلاع کسی کو نہیں ہوتی۔ معصیت کرتے ہیں اور نیک نام رہتے ہیں۔ لڑکوں کو گھورتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو بچوں سے بڑی محبت ہے جبکہ آنکھوں کے گناہ میں اطلاع نہیں ہوتی تو دل کے گناہ پر تو کیسے ہو سکتی ہے اور جن کو اطلاع ہوتی بھی ہے وہ حضرات ایسے متحمل اور ظرف والے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں کرتے۔

---

(۱) رکاوٹ نہ بنے (۲) رکاوٹیں۔

حضرت عثمانؓ کی بصیرت

حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور وہ کسی کو بری نگاہ سے دیکھ کر آیا تھا تو حضرت عثمانؓ نے خطاب خاص سے تو اس کو کچھ نہ فرمایا لیکن یہ فرمایا: م"بان اقوام یترشح الزنا من اعینهم "یعنی لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے تو یہ عنوان ایسا ہے کہ اس میں رسوائی کچھ نہیں لیکن جو کرنے والا ہے وہ سمجھ جائے گا کہ مجھے فرمارہے ہیں۔

بدنگاہی کی ظلمت

اہل کشف نے لکھا ہے کہ بدنگاہی سے آنکھوں میں ایک ایسی ظلمت ہوجاتی ہے کہ جس کو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ پہچان لے گا کہ اس شخص کی نگاہ پاک نہیں ہے اگر دو شخص ایسے لئے جاویں کہ عمر میں حسن و جمال میں اور ہر امر میں وہ برابر ہوں فرق ان میں صرف اس قدر ہو کہ ایک فاجر ہو دوسرا متقی ہو جب چاہے دیکھ لو متقی کی آنکھ میں رونق اور دل فریبی ہوگی اور فاسق کی آنکھ میں ایک قسم کی ظلمت اور بے رونقی ہوگی لیکن اہلِ کشف خصوصیت سے کسی کو کہتے نہیں بلکہ عیب پوشی کرتے ہیں۔

اہل اللہ کی شان

اس پر مجھے مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی حکایت یاد آئی شاہ صاحب مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہورہا تھا کہ ایک طالب علم وقت سے دیر کر کے سبق کے لئے آئے۔ حضرت شاہ صاحب کو منکشف ہوگیا کہ یہ جنبی ہے غسل نہیں کیا وہ طالب علم معقولی(۱) تھے معقولی ایسے ہی

(۱) منطق وفلسفہ کے دلدادہ۔

لاپرواہ ہوتے ہیں شاہ صاحب نے مسجد سے باہر ہی روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت سست ہے جمنا پر چل کر نہائیں گے سب لنگیاں لے کر چلو سب لنگیاں لے کر چلے اور سب نے غسل کیا اور وہاں سے آکر فرمایا کہ ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم ندامت سے پانی پانی ہوگیا۔ اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اس کو امر بالمعروف فرمایا۔

مصلح سے اپنا حال کہدو

اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہوگئی کہ وہ کسی کو رسوانہیں کرتے تو اب مستفیدین کو بھی چاہئیے کہ ایسے شیوخ سے اپنے عیب نہ چھپایا کریں اس لئے کہ عیب ظاہر نہ کرنا دووجہ سے ہوتا ہے یا خوف ہوتا ہے کہ یہ ہم کو حقیر سمجھیں گے سو ان حضرات میں نہ تو یہ بات ہے کہ کسی کو حقیر سمجھیں اس لئے کہ یہ حضرات سوائے اپنے نفس کے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے اور یا یہ خوف ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع کردیں گے سو نہ ان حضرات میں یہ بات ہے اس لئے ان سے صاف کہہ دینا چاہئیے مگر یہ اظہار معالجہ کے لئے ہے نہ کہ بلاضرورت کیونکہ بلاضرورت گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور بضرورت ظاہر کرنے کے حق میں حضرت عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

چنداں کہ گفتیم غم باطبیباں درماں نکردند مسکین غریباں
ما حال دل رابایار گفتیم نتواں نہفتن درد از حبیباں

میں نے طبیبوں سے جتنی بھی اپنے غم کی داستان کہی وہ بے چارے میرا کوئی علاج نہ کرسکے ہم نے اپنے دل کا حال اپنے دوستوں سے کہدیا کیونکہ دوستوں سے حالت چھپائی ہی نہیں جاتی۔

غرض چونکہ وہ لوگ کسی کو فضیحت (۱) نہیں کرتے اور جو فضیحت کرنے والے ہیں ان کو اطلاع نہیں ہوتی اس لئے یہ گناہ بدنگاہی کا اکثر چھپا ہی رہتا ہے اس لئے لوگ بے دھڑک اس کو کرتے ہیں۔

بدنظری کا مرض

پھر زنا و دیگر معاصی مثل سرقہ (۲) وغیرہ میں تو ضرورت اس کی بھی ہے کہ قوت و طاقت ہو اس میں تو اس کی بھی ضرورت نہیں اس لئے بوڑھے بھی اس میں مبتلا ہیں۔ دیکھئے بوڑھا اگر عاشق ہو جاوے اور قابو بھی چل جاوے تو کچھ بھی نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ قوت ہی نہیں ہے۔ مگر آنکھوں کے سینکنے میں تو اس کی بھی ضرورت نہیں خواہ لبِ گور ہی ہو جاویں مجھ سے ایک بوڑھے آدمی ملے اور وہ بہت متقی تھے انہوں نے اپنی حالت بیان کی کہ میں لڑکوں کو بُری نظر سے دیکھنے میں مبتلا ہوں۔ ایک اور بوڑھے بھی عورتوں کے گھورنے میں مبتلا تھے اور یہ مرض اول جوانی میں پیدا ہوتا ہے بلکہ سب گناہوں کی یہی شان ہے کہ اول جوانی میں تقاضے کی وجہ سے کیا جاتا ہے پھر وہ مرض اور روگ لگ جاتا ہے اور لبِ گور (۳) تک کیا جاتا جیسے حقہ کہ اول کسی مرض کی وجہ سے پینا شروع کیا تھا مگر پھر یہ مرض لگ جاتا ہے اور شغل ہو جاتا ہے لیکن جوان اور بوڑھے میں فرق یہ ہے کہ جوان آدمی تو معالجہ کے لئے کسی سے کہہ بھی دیتا ہے اور بوڑھا آدمی شرم کی وجہ سے کسی سے کہتا بھی نہیں پس اس کے مخفی رہنے اور خفیف (۴) ہونے کی وجہ سے اس میں کثرت سے ابتلاء واقع ہے (۵)۔

---

(۱) رسوا نہیں کرتے (۲) چوری وغیرہ (۳) قبر کے کنارے تک (۴) اس کے پوشیدہ اور ہلکے ہونے کی وجہ سے (۵) اس مرض میں بہت لوگ مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ بدنگاہی کرنے والے کو جانتے ہیں

اسی واسطے فرماتے ہیں: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ "يَعْلَمُ" کا لفظ دال ہے کہ اور لوگ اس سے واقف نہیں ہیں ہم ہی واقف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے اس گناہ کی کسی کو خبر نہیں یہ صحیح نہیں ایسے کو خبر ہے کہ جس کو خبر ہوجانا غضب ہے اس لئے کہ اس کو تم پر پوری قدرت ہے اور اس گناہ کو ذکر فرما کر اس کی سزا بیان نہیں فرمائی بخلاف دیگر معاصی کے کہ ان کی سزا ساتھ ساتھ بیان فرمادی ہے۔ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ طبائع ہم لوگوں کی مختلف ہیں بعض طبائع تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو سزا ہونا مانع اور زاجر (۱) ہوتا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جو بے حیا و بے شرم ہیں کہ جوتوں سے ڈرتے ہیں اور بغیر جوتیوں کے خواہ کسی کو خبر ہوجاوے انکو کچھ باک نہیں (۲) اور بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ سزا کی اگر اطلاع ہوجائے تو رکاوٹ کم ہوتی ہے لیکن اس سے وہ گڑ جاتے ہیں کہ فلاں کو خبر ہوجاوے گی بالخصوص جب یہ معلوم ہوجاوے کہ ہمارا یہ جرم معاف بھی ہوجاویگا تو اور بھی زیادہ عرق عرق ہوجاتے ہیں کیا خوب کہا ہے ؎

تصدق اپنے خدا کے جاؤں کہ پیار آتا ہے مجھ کو انشا
اِدھر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے وہ دم بدم عنایت

تفسیرِ آیت

اسی بنا پر ایک آیت کی تفسیر یاد آگئی وہ یہ کہ غزوہ احد کے قصہ میں بعض صحابہؓ سے جو حضور ﷺ کے حکم میں کچھ خطا واقع ہوئی تھی وہ یہ کہ جس ناکہ پر حضور ﷺ نے

---

(۱) رکاوٹ اور تنبیہ کا باعث ہوتا ہے (۲) کوئی شرم نہیں۔

ثابت اور قائم رہنے کا امر فرمایا تھا بوجہ خطا اجتہادی کے اس پر قائم نہ رہے اس کے بارے میں ارشاد ہے۔ ﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾(۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک غم دیا بسبب اس کے کہ ہمارے رسول ﷺ کو تم نے غم دیا اور غرض اس غم دینے کی یہ فرمائی کہ تم لوگ غمگین نہ ہو تو بظاہر یہ فہم (۲) میں نہیں آتا اس لئے کہ غم تو اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ حزن ہو(۳) نہ کہ اس لئے کہ غم نہ ہو اسی واسطے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ ''لا'' زائد ہے مطلب یہی ہے کہ غم اس لئے دیا تاکہ تم کو حزن ہو۔

لیکن الحمدللہ میری سمجھ میں اس کی تفسیر ایسی آئی ہے کہ اس تقدیر پر ''لا'' ماننے کی ضرورت نہیں ہے اور معنی بے تکلف درست ہیں۔ وہ یہ کہ حضرات صحابہؓ حق تعالیٰ سے نہایت شرماتے تھے۔ جب ان سے یہ خطا واقع ہوئی تو ان کا جی چاہتا تھا کہ ہم کو سزا اس کی دنیا میں مل جائے تو ہماری طبیعت صاف ہو جاوے اور اپنے مالک حقیقی سے سرخرو ہو جائیں اگر سزا نہ ہوتی تو ساری عمر رنجیدہ رہتے اور یہ غم ان کے نزدیک نہایت جانکاہ(۴) وجان فرسا تھا اس بنا پر فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو اس خطا کی یہ سزا دے دی تاکہ تم کو غم نہ ہو۔

باعتبارِ حیا لوگوں کی اقسام

غرض کہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو سزا کا نام سن کر رکتے ہیں اور ایک وہ جو صرف اطلاع کی خبر دینے سے شرماتے ہیں اور اس کام کے قریب نہیں جاتے' تو جو بے حیا تھے وہ تو یوں رکے کہ ''یَعْلَمُ'' میں اشارہ اس کی سزا کی طرف بھی ہے۔

(۱) سورہ آل عمران آیت: ۱۵۳ (۲) سمجھ میں نہیں آتا (۳) غم ہو (۴) جان لیوا ہوتا۔

چنانچہ مفسرین ایسے مقام پر فیجازیکم بہ (۱) فرماتے ہیں اور دوسرے مذاق والے اس لئے رکے کہ شرم سے گڑ گئے کہ اللہ اکبر وہ جانتے ہیں۔

بہر حال یہ دونوں مذاق والوں کے لئے وعید ہے اس تمام تر تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ مرض نہایت اہتمام کے قابل ہے۔

بدنظری کے بارے میں لوگوں کے احوال

اب ہم کو اپنی حالت دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے اندر اس معصیت سے بچنے کا کتنا اہتمام ہے میں دیکھتا ہوں کہ شاید ہزار میں ایک اس سے بچا ہوا ہو ورنہ ابتلائے عام ہے اور اس کو نہایت درجہ خفیف کہتے ہیں (۲) جو جوان ہیں ان کو تو اس کا احساس ہوتا ہے اور جن کی قوتِ شہویہ ضعیف (۳) ہوگئی ہے ان کو احساس بھی نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو تو شہوت ہی نہیں اس لئے کچھ حرج نہیں ہے سو ان کو مرض کا بھی پتہ نہیں لگتا۔ اور بعضوں کو اور دھوکہ ہوتا ہے وہ یہ کہ شیطان بہکاتا ہے کہ جیسے کسی پھول، اچھے کپڑے، اچھے مکان وغیرہ کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے ایسے ہی اچھی صورت دیکھنے کو بھی دل چاہتا ہے سو یہ بالکل دھوکہ ہے۔ یاد رکھو کہ رغبت کے مختلف انواع ہیں جیسی رغبت پھول کی طرف ہے ویسی انسان کی طرف نہیں۔ اچھے کپڑے کو دیکھ کر کبھی جی نہیں چاہتا کہ اس کو گلے لگالوں، چمٹالوں، انسان کی طرف ایسی ہی رغبت ہوتی ہے۔

امرد پرستی کا نقصان

ایک دھوکہ اور ہوتا ہے وہ یہ کہ بعضے یہ کہتے ہیں جیسے اپنے بیٹے کو دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ گلے لگالوں اسی طرح دوسرے کے بچے کو دیکھ کر بھی ہمارا یہی جی چاہتا ہے۔

صاحبو! کھلی ہوئی بات ہے اپنے سیانے بچہ اور دوسرے کے سیانے لڑکے

(۱) پس تم کو اس کی سزا دیجائیگی (۲) اس مرض کی بہت ہلکا سمجھتے ہیں (۳) کمزور۔

میں بڑا فرق ہے اپنے لڑکے کو گلے لگانا چمٹانا اور طرح کا ہے اس میں شہوت کی آمیزش ہرگز نہیں اور دوسرے کے لڑکے کی طرف اور قسم کا میلان ہے کہ اس میں گلے لگانے سے بھی آگے بڑھنے کو بعض کا جی چاہتا ہے۔ محبوب کی جدائی میں اور طرح کا رنج ہوتا ہے اور لڑکے کی جدائی میں اور قسم کا' اور لڑکوں کی رغبت تو اور بھی سمِ قاتل ہے نصوص میں تو اس کی حرمت ہے۔ ہمارے بزرگوں نے بھی جو اس کے آثار لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی سخت بلا ہے۔ ایک بزرگ مطلق نظر کے لئے فرماتے ہیں "النظرة سهم من سهام ابليس" (یعنی نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے)۔ حضرت ابوالقاسم قشیری دونوں امر کی نسبت فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے امردوں اور عورتوں کی مخالطت رہزن ہے[۱] ایک بزرگ کا خاص امردوں [۲] کے حق میں قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اس کو لڑکوں کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ غرض یہ نہایت مضرت کی چیز ہے۔

بدنظری اور دوسرے گناہوں میں فرق

دوسرے معاصی [۳] اور بدنگاہی کی معصیت میں ایک اور فرق ہے وہ یہ کہ صدور [۴] کے بعد سب گناہوں کا اثر ختم ہوجاتا ہے اور دل بھر جاتا ہے مگر بدنگاہی ایسی شے ہے کہ جب صادر ہوتی ہے اور زیادہ تقاضا ہوتا ہے [۵] کہ اور دیکھو آدمی کھانا کھاتا ہے سیر ہوجاتا ہے' پانی پیتا ہے پیاس بُجھ جاتی ہے مگر یہ نظر ایسی بلا ہے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی ہے اس حیثیت خاص سے یہ تمام گناہوں سے بڑھ کر ہے۔

---

(۱) نابالغ بچوں اور عورتوں سے میل جول نقصان دہ ہے (۲) نابالغ بچے (۳) گناہ (۴) ارتکاب گناہ کے بعد (۵) جب اس کا ارتکاب ہوگا مزید تقاضا بڑھ جائے گا۔

غلط فہمی کا ازالہ

بعضے لوگ اس کو سمجھتے ہیں کہ اس سے خدا کا قرب ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم خدا کی قدرت دیکھتے ہیں مگر نرا شیطانی دھوکا ہوتا ہے۔ شیخ شیرازیؒ نے ایسے ہی لوگوں کے جواب میں ایک حکایت تحریر فرمائی ہے' فرماتے ہیں ۔

یکے صورت دید صاحبِ جمال — بگردیدش از شورش عشق حال
برانداخت بیچارہ چنداں عرق — کہ شبنم بر آرد بہشتی ورق
گذرکرد بقراط بردرے سوار — پرسید کیں را چہ افتاد کار
کسے گفتش ایں عابد پارساست — کہ ہرگز خطائے زدستش نخاست
ببرداشت خاطر فریبے دلش — فرو رفتہ پائے نظر در گلش
نہ ایں نقش دل می رباید زدست — دل آں مے رباید کہ ایں نقش بست(۱)

بقراط جواب دیتا ہے:

نگارندہ راخود ہمیں نقش بود — کہ شوریدہ را دل بہ یغمار بود
چرا طفل یک روزہ ہوشش بزد — کہ درصنع دیدن چہ مانع چرخرد
محقق ہماں بیند اندر ابل — کہ درخوبرویانِ چین و چنگل (۲)

---

(۱) ایک نیک شخص نے ایک خوبرو کو دیکھا اس کے عشق میں مبتلاء ہونے کی وجہ سے اس کا حال خراب ہوگیا اس بیچارے پر شرمندگی طاری ہوئی جس سے پسینہ پسینہ ہوگیا اور جیسے چیت کے مہینے میں پتوں پر شبنم ہوتی ہے چہرے پر پسینہ ایسے ظاہر ہوا بقراط ایک سواری پر سوار اس کے دروازے کے سامنے سے گذرا کسی سے پوچھا کہ اس پر کیا مصیبت آپڑی؟ کسی نے اس کو بتایا کہ یہ ایک عابد و پارسا آدمی ہے گناہ کے ارتکاب سے بہت بچتا ہے ایک دل فریب لڑکے نے اس کا دل چھین لیا ہے اس کی نظر کا پاؤں اس کی مٹی میں دھنس گیا۔ یہ نقش تھا میرا دل ہاتھ سے نہیں لے جاتے دل تو وہ لے جاتا ہے جس نے یہ نقش بنائے ہیں (۲) کیا بنانے والے کا صرف یہی ایک نقش جو دیوانے کا دل لوٹ لے گیا ایک دن کے بچے نے کیوں اس کے ہوش نہ اڑائے کیونکہ خالق کی کاریگری دیکھنے میں کیا بالغ کیا بچہ۔ محقق آدمی اونٹ میں بھی وہی کچھ دیکھتا ہے جو چین اور ترکستان کے حسینوں میں دیکھتا ہے۔

نوعمر لڑکوں کی طرف میلان شہوت پرستی ہے

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو اونٹ اور انسان صاحبِ جمال دونوں برابر ہیں وہ کاذب ہے آدمی اپنی طبیعت کا خود اندازہ کرسکتا ہے اور یہ میلان جس کو عشق کہتے ہیں عشق نہیں ہے یہ شہوت ہے ایک صاحب فرماتے ہیں:

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود　　ایں فساد از خوردن گندم بود

''یہ عشق نہیں ہے جو کہ لوگوں میں عام طور پر موجود ہے یہ گیہوں کھانے اور پیٹ بھرا ہونے کی خرابی ہے''۔

یہ سارا فساد دو روٹیوں کا ہے ایسے لوگوں کو چار روز تک روٹی نہ ملے اس کے بعد پوچھا جاوے کہ روٹی لاؤں یا لڑکا لاؤں یہ کہے گا کہ لڑکا اپنی ایسی تیسی میں جائے روٹی لاؤ۔

ملا جامیؒ کے اشعار سے غلط استدلال

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ملا جامیؒ نے عشق مجازی کا امر کیا ہے اور حکایت لکھی ہے کہ کسی بزرگ کے پاس کوئی طالب گیا تھا انہوں نے کہا کہ عاشق ہوکر آؤ اور آگے لکھتے ہیں:

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست　　کہ آں بہر حقیقت کارسازیست

اگر اول الف با تا نخوانی　　زقرآن حرف خواندن کے توانی

''اگر یہ عشق مجازی ہے مگر اس کا برا نہ سمجھ اور منہ نہ پھیر کیونکہ یہی عشق مجازی حقیقت کے لئے کام بنانے والا ہے۔ جب تک تو الف با تا نہیں پڑھے گا قرآن پاک کا ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے گا''۔

اس سے بعضے نادانوں نے سمجھا کہ جب تک کسی رنڈی کسی لونڈے کو قبلہ توجہ نہ بنایا جاوے اس وقت تک عشق حقیقی میسر نہ ہوگا بڑی غلطی اور سخت کم فہمی ہے۔

عشق مجازی کا فائدہ

میں اس کا مطلب عرض کرتا ہوں بات یہ ہے کہ اصلی مقصود طالب کا تو یہ ہے کہ جملہ تعلقات قطع (۱) کر کے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو اس کے دو جز ہیں تعلقات مخلوق سے قطع (۲) کرنا اس کو تو اصلاح میں فصل کہتے ہیں اور دوسری طرف تعلق پیدا ہونا اس کو وصل یعنی فصل و وصل کہتے ہیں اور یہ تعلقات ہی فاصل وجاہت (۳) بن رہے ہیں اگرچہ درمیان سے اٹھ جاویں تو وصل ہی وصل ہے شیخ فرماتے ہیں ۔

تعلق حجابست بے حاصلی چو پیوند ہا بگسلی و اصلی

''تعلقات بیکار کے پردہ بن جاتے ہیں جب تو پیوندوں کو توڑ دے گا مقصد حاصل کر لے گا''۔

پس معلوم ہوا کہ مقصود انقطاع ''عما سوی اللّٰہ'' (اللہ کے سوا دوسروں سے تعلقات توڑ لینا ہے) جب یہ ہو جاوے تو قصہ سہل اور اس انقطاع کی تحصیل کے لئے بزرگوں نے مختلف معالجے (۴) اور تدبیریں فرمائی ہیں مقصود ایک ہی ہے صرف طرق مختلف ہیں ان میں سے ایک طریق تو یہ ہے کہ جس جس مخلوق سے تعلق ہو اور جو جو مرض ہو اس کو قلب سے ایک ایک کر کے زائل کر دیا جاوے۔ چنانچہ متقدمین کا یہی طریق تھا لیکن اس طریق کے اندر سخت مشقت تھی اس لئے کہ مثلاً کسی شخص کو دس چیزوں سے تعلق ہے مکان سے، باغ سے، اولاد وغیرہ سے اور دس ہی اس کو مرض ہیں کینہ، حسد، تکبر وغیرہ تو سب کا بالتفصیل علیحدہ علیحدہ معالجہ کیا جاوے اس کے لئے عمرِ نوحؑ چاہیے اور پھر بھی بیخ کنی ان امراض کی نہ ہوگی (۵)۔ اس مشقت کو دیکھ کر

(۱) تمام تعلقات چھوڑ کر (۲) مخلوق سے تعلق توڑنا (۳) مخلوق سے تعلقات ہونا ہی اللہ سے دوری کا سبب بن رہے ہیں (۴) مخلوق سے لاتعلقی حاصل کرنے کے لئے بزرگوں نے مختلف علاج کئے ہیں (۵) پھر بھی مرض جڑ سے ختم نہ ہوگا۔

بالہام حق (۱) پچھلے بزرگوں نے ایک طریقہ ایجاد کیا ہے جیسے طبیب مشفق کی شان ہوتی ہے کہ مریض اگر کڑوی دوا سے ناک منہ چڑھاتا ہے تو وہ اس کو کسی اچھی تدبیر سے کھلا دیتا ہے یا بدل دیتا ہے۔ ایسے ہی انہوں نے دیکھا کہ مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار چیزوں سے تعلق ہے تو اگر ایک ایک شے سے تعلق چھڑایا جاوے تو بہت مدت صرف ہوگی کوئی تدبیر ایسی ہونی چاہئے کہ ایک دم سے سب کا خاتمہ ہوجائے جیسے کسی مکان میں کوڑا بہت ہو تو اس کی صفائی کا ایک طریق تو یہ ہے کہ ایک ایک تنکا لیا اور پھینک دیا اسی طرح سب تنکے اور کوڑا مکان سے باہر پھینک دیا جاوے اس میں تو بڑا وقت صرف ہوگا اور ایک طریق یہ ہے کہ جھاڑو لے کر تمام تنکوں کو ایک جگہ جمع کر کے پھینک دیا تو ایسے ہی یہاں بھی کوئی جھاڑو ہونا چاہئے کہ سب تعلقات کو سمیٹ کر ایک جگہ کر دیوے پھر اس ایک کا ازالہ کر دیا جاوے چنانچہ ان کی سمجھ میں آیا کہ عشق ایک ایسی شے ہے کہ سب چیزوں کو پھوک کر خود ہی رہ جاتا ہے چنانچہ اگر کوئی کسی کسبی وغیرہ پر عاشق ہوجاتا ہے تو مال' بیوی' بچے' باغ' مکان حتی کہ اپنی جان تک اس کے واسطے ضائع کر دیتا ہے ایک رئیس کو بیلوں کا عشق تھا ہزار ہا روپیہ اس میں ضائع کر دیا۔ ہمارے استاد حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ کو کتابوں کا شوق تھا خود نہ دیکھتے تھے مگر سینکڑوں کتابیں اس قسم کی خرید کر رکھ چھوڑیں تھیں غرض عشق وہ شئے ہے کہ سوائے معشوق کے سب کو فنا کر دیتا ہے ؎

عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت ہرچہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

''عشق ایسی آگ ہے کہ جب وہ سلگ جاتی ہے تو سوائے معشوق کے ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔''

اس لئے ان بزرگوں نے تجویز کیا کہ طالب کے اندر عشق پیدا کرنا چاہئے

(۱) اللہ کی طرف سے الہام کے ذریعہ بزرگوں نے ایک طریقہ نکالا۔

خواہ کسی شے کا ہو اس واسطے وہ اول دریافت کرتے تھے کہ کسی پر عاشق بھی ہو۔ پس معلوم ہوا اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی ہی کا عشق ہو بھینس کا عشق بھی اس کے لئے کافی ہے اس لئے کہ مقصود تو یہ ہے کہ تمام اشیاء سے توجہ منصرف ہو کر ایک طرف ہو جاوے(۱) تا کہ پھر اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف سہل ہو جاوے۔(۲)

حکایت

چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس مرید ہونے آیا انہوں نے معلوم کیا کہ کسی شئے سے تم کو محبت بھی ہے؟ اس نے کہا مجھ کو اپنی بھینس سے محبت ہے۔ فرمایا کہ جاؤ چالیس روز تک بھینس کا تصور کرو لیکن خدا کے لئے اور لوگ اس کا وظیفہ نہ کرلیں اس لئے کہ ہر شخص کی حالت جدا ہے کسی کے لئے کچھ مناسب ہے کسی کے لئے کچھ، کبھی طبیب اور اس کے احمق شاگرد کا سا قصہ نہ ہو جاوے وہ یہ ہے کہ ایک طبیب تھے وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے۔ پہلے روز کی حالت سے اس روز کچھ تغیر پایا تو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے اس سے تم کو یہ تکلیف بڑھ گئی اس نے کہا حضور بیشک نارنگی کھائی ہے، جب وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو راستہ میں شاگرد صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اس نے نارنگی کھائی، حکیم صاحب نے فرمایا بھائی بات یہ ہے کہ اس کے مزاج اور حالت دیکھ کر مجھ کو معلوم ہو گیا کہ کوئی بارد شے اس نے کھائی (۳) اور نارنگی کی تعیین اس سے معلوم ہوئی کہ اس کی چارپائی کے نیچے میں نے نارنگی کے چھلکے دیکھے۔ شاگرد صاحب احمق تو تھے ہی جب طب پڑھ کر فارغ ہوئے تو کسی رئیس کو دیکھنے کے لئے بلائے

---

(۱) تمام چیزوں سے توجہ ہٹ کر ایک طرف ہو جائے (۲) تا کہ پھر اس کو عشق حقیقی کی طرف آسانی سے پھیرا جاسکے (۳) کوئی ٹھنڈی چیز اس نے کھائی ہے۔

گئے ان کی چار پائی کے نیچے نمدہ (۱) پڑا تھا فرماتے ہیں کہ بس معلوم ہوگیا آپ کو جو یہ مرض ہوا آپ نے نمدہ کھایا ہے حاضرین سب ہنس پڑے اور طبیب کا حمق سب پر واضح ہوگیا تو خدا کے واسطے ایسا قیاس نہ کیا کرو کہ آج سے نماز، روزہ، ذکر شغل چھوڑ کر بھینس کا تصور باندھ کر بیٹھ جاؤ کہ یہ اس شخص کی خصوصیت تھی۔

عشق مجازی کی حقیقت

الحاصل ان بزرگوں نے فرمایا کہ جاؤ بھینس کے تصور کا چلہ کرو اور چالیس روز کے بعد ہم کو خبر دو چنانچہ پانچ وقت نماز سے فارغ ہوجاتے اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر اسی بھینس کا تصور کیا کرتے۔ جب چالیس روز پورے ہوگئے تو پیر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ بیٹا باہر آؤ کہتے ہیں کہ حضور باہر کیسے آؤں بھینس کے سینگ اڑتے ہیں۔ پیر صاحب نے شاباشی دی کہ مقصود حاصل ہوگیا سب روگ جاتے رہے اب صرف بھینس رہ گئی اس کا نکل جانا سہل ہے (۲)۔

پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس کے لئے کسی عورت یا لڑکے کا عشق ضروری نہیں ہے بلکہ اس میں سخت خطرہ ہے کہ اس لونڈے یا عورت ہی میں نہ رہ جائے اور مقصود اصلی سے محروم رہے اس لئے قصداً ہرگز اس کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی میں تبدیل کرنے کا طریقہ

ہاں اگر اضطراراً بلا قصد اس میں ابتلا کسی کو ہوجائے تو وہ بھی وصول کے لئے خاص شرائط کے ساتھ بعض اوقات ذریعہ ہوجاتا ہے۔

عاشقی گرزیں سروگرزاں سرشت عاقبت مارابداں شہ رہبر است

(۱) وہ ٹاٹ جو گھوڑے کی پیٹھ پر زین کے نیچے سے ڈالتے ہیں (۲) آسان ہے۔

مگر اس کی چند شرطیں ہیں اول تو یہ ہے کہ اس کے پاس نہ رہے نہ اس کو دیکھے نہ کلام کرے نہ اس کی آواز سنے حتی الوسع دل سے بھی اس کو زائل کرنے کی فکر کرے غرض حتی الامکان (۱) اس سے بچے اگرچہ اس طرح کرنا نفس کو بے حد شاق (۲) ہوگا لیکن ہمت نہ توڑے اور دل کو مضبوط کر کے اس پر عمل کرے چند روز کے بعد ایسا کرنے سے اس کے قلب میں ایک سوزش پیدا ہوگی اور نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ جاہ مال اولاد سب کی محبت جاتی رہے گی اب اس میں مادہ تو محبت کا پیدا ہو چکا ہے شیخ کامل اس کو مائل الحق کردے گا (۳) اس صورت سے عشق مجازی وصول الی الحقیقۃ کا ذریعہ بن جاوے گا (۴)۔ اور اگر اس محبوب سے جدا نہ ہوا بلکہ اس سے اختلاط رکھا' ہم کلام ہم نشین ہوا (۵) تو پھر اسی بلا میں پھنسا رہے گا اور کسی دن بھی اس کو اس سے خلاصی نہ ہوگی۔ (۶)

ملاّ جامیؒ کے اشعار کا مطلب

چنانچہ خود ملا جامیؒ جن کے کلام سے عشق مجازی کی تحصیل پر استدلال کیا جاتا ہے آگے چل کر فرماتے ہیں

ولے باید کہ درصورت نمانی   وزیں پل زود خود را بگذرانی

''لیکن یہ چاہئیے کہ صورت ہی میں نہ لگا رہے گا بلکہ اس پل پر سے جلد گزر جائے''۔ مولانا اسی عشق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

عشق بامردہ نباشد پائیدار   عشق را باحیّ و با قیوم دار
عشق ہائے گزپے رنگے بود   عشق نبود عاقبت ننگے بود

(۱) اپنی طاقت بھر (۲) نفس پر بہت بھاری پڑے گا (۳) شیخ کامل اس محبت کو حق کی طرف پھیر دے گا (۴) اسطرح عشق مجازی حقیقت کی طرف پہنچانے کا ذریعہ بن جائیگا (۵) اس سے ملتے جلتے رہے باتیں کیں اور اس کے ساتھ اٹھے بیٹھے (۶) کبھی بھی اس سے چھٹکارا نہ حاصل کر سکے گا۔

''مرنے والی چیزوں سے عشق ہمیشہ رہنے والا نہیں ہوتا اس لئے حیّ وقیوم کے ساتھ عشق کرو۔ جو عشق رنگ و روپ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہے اس سے آخرت کا نقصان ہوتا ہے''۔ آگے فرماتے ہیں:

غرق عشقے شو کہ غرق است اندریں   عشق ہائے اولیں و آخریں

''عشق میں بالکل ڈوب جاؤ کہ اس میں غرق ہوجانا ہی پہلے اور بعد کے لوگوں کا طریقہ ہے''۔ یہاں پر شبہ ہوتا تھا کہ ہم جیسوں کو عشق حقیقی تک رسائی کہاں ممکن ہے اس کا جواب دیتے ہیں۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست   با کریماں کارہا دشوار نیست

''تو یہ مت کہہ کہ ہم کو اس بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں ہے وہاں تک پہنچنا ہی دشوار ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ وہ کریم ہے اور کرم کرنے والے کے لئے کوئی کام مشکل نہیں''

یعنی ان کو کچھ مشکل نہیں تم کو مشکل نظر آتا ہے تم ذرا اس طرف متوجہ ہو کر تو دیکھو وہ خود تم کو اپنے قریب کرلیں گے وہ دنیا کے محبوبوں کی طرح نہیں ہیں کہ عشاق مرجاتے ہیں اور وہ نخرے کرتے ہیں یہ ہے غرض اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خوب نظر بازی کریں، مزے اڑائیں رکھیں کہ ہم صوفی ہیں ہم کو سب حلال ہے اور یہ فعل ہمارا قرب کا راستہ ہے استغفر اللہ قرب سے اس کو کیا واسطہ یہ تو بہت بعید کرنے والا ہے۔

زنا کی صورتیں

بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف ہے ((اَنَا غَیُوْرٌ اَللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَمِنْ غَیْرَۃٍ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَ مَا بَطَنَ)) ''میں بہت غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ ہم

سے زیادہ غیرتمند ہے اور اسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے شرمی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے چاہے اس کی بُرائی کھلی ہو یا اندرونی بُرائی ہو' اور یہ سب فواحش ہیں۔ آنکھ سے دیکھنا ہاتھ سے پکڑنا پاؤں سے چلنا کیونکہ ان سب کو شارع نے زنا ٹھہرایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: (اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاھُمَا النَّظْرُ وَالْاُذُنَانِ تَزْنِیَانِ وَ زِنَاھُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ یَزْنِیْ وَزِنَاہُ النُّطْقُ وَالْیَدَانِ تَزْنِیَانِ وَ زِنَاھُمَا الْبَطْشُ) الحدیث ''آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا سننا ہے اور زبان بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بولنا ہے۔ (کسی عورت ولڑکے سے شہوت کی راہ سے باتیں کرنا) اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کو) پکڑنا ہے'' اور جب یہ فواحش ہیں اور فواحش پر غیرتِ حق اوپر معلوم ہو چکی ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ افعال نہایت ناپسند ہیں۔

عورتوں کو پیر سے پردہ کرنا واجب ہے

اور افسوس ہے کہ بعضے پیر بھی اس میں مبتلا ہوتے ہیں کہ عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو بجائے باپ کے بلکہ باپ سے بھی زیادہ ہیں اور بے حیا بے محابا سامنے آتی ہیں اور بڑے بے حیا و دیوّث وہ مرد ہیں جو ایسے پیروں کے سامنے اپنی بیٹیوں بہوؤں کو آنے دیں بعض جگہ تو ایسا سنا گیا ہے کہ مریدنیاں تنہا مکان میں جاتی ہیں اور وہاں مرید ہوتی ہیں (نعوذ باللہ) جناب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کون ہوگا' حضور ﷺ سے عورتیں پردہ کرتی تھیں ساری امت کی عورتیں آپ کی روحانی بیٹیاں ہیں اور حضور ﷺ خود معصوم کسی قسم کے وسوسہ کا بھی شائبہ نہیں لیکن باوجود اس کے پھر پردہ کا حکم تھا اور ازواج مطہرات تمام امت کے مردوں عورتوں کی مائیں تھیں چنانچہ ارشاد ہے: ﴿وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ﴾ (۱)

(۱) سورۃ الاحزاب: ۶

''حضور ﷺ کی بیویاں تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں'' اور کسی کو ان کی نسبت توبہ توبہ وسوسہ تک بھی شر کا نہ تھا لیکن باوجود اس کے ارشاد ہے ﴿وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ﴾ (۱) ''یعنی اپنے گھروں میں جمی رہو باہر نہ نکلو'' اور فرماتے ہیں ﴿فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ﴾ (۲) ''یعنی نرم بات مت کرو کہ جس کے قلب میں روگ (۳) ہے وہ طمع کرے گا''۔

غیر مردوں سے سخت لہجہ میں گفتگو کرنا

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جیسے مردوں کے لئے خوش اخلاقی صفتِ حمیدہ ہے عورتوں میں بداخلاقی صفتِ حمیدہ ہے یعنی غیر مردوں سے نرمی اور میٹھی میٹھی باتیں نہ کریں اور نہ تند مزاجی سے بلکہ ایسے انداز سے بات کریں کہ اس کو مضمون مفہوم ہوجائے اور کسی قسم کی طمع اس کے قلب میں نہ آوے نہایت خشکی وصفائی سے بات کریں۔ البتہ اپنے خاوند اور دوسری عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی برتیں۔ اللہ اکبر یہ خاندانِ نبوت کا انتظام ہے آج کون ہے وہ شخص کہ ان سے زیادہ اپنے کو مقبول کہے بلکہ یہ وقت چونکہ فتنہ کا ہے اس لئے نہایت سخت انتظام کی ضرورت ہے۔

مرد وعورت کا تنہائی میں اکٹھا ہونا پُر خطر ہے

ایک بزرگ تھے وہ اس میں احتیاط نہ کرتے تھے اس لئے کہ بوڑھے بہت تھے ''غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَةِ'' (۴) میں داخل ہوگئے تھے اس لئے ان کو عورتوں سے زیادہ اجتناب نہ تھا ایک دوسرے بزرگ نے ان کو نصیحت کی انہوں نے نہ مانا ان بے احتیاط بزرگ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا یہ مسئلہ پوچھا' فرمایا کہ اگر مرد جنید ہو اور عورت رابعہ بصریہ ہو اور وہ دونوں ایک جگہ تنہا ہوں تو ثالث ان کا

(۱) سورۃ الاحزاب: ۳۳ (۲) سورۃ الاحزاب: ۳۲ (۳) بیماری (۴) ایسے لوگوں میں داخل ہوگئے تھے جن کو عورتوں کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا مادہ شہوت میں کمی کی وجہ سے۔

شیطان ہوگا۔ اور آدمی خواہ کسی قدر بوڑھا ہوجاوے لیکن مادہ تو اس کے اندر باقی رہتا ہے۔ وہ فرشتہ تو ہے ہی نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ کچھ نہ کر سکے لیکن نظر سے تو محفوظ نہیں رہ سکتا اور کیسے محفوظ رہ سکتا ہے مرد کے اندر تو عورت کی طرف میلان خلقۃً پیدا کیا ہے کوئی اس فطری جوش کو کیسے روک سکتا ہے۔

بوڑھوں سے بھی پردہ ضروری ہے

گنج مراد آباد میں ایک بزرگ تھے جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب تقریباً ایک سو دس برس کی ان کی عمر ہوئی۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جاڑے(۱) کا موسم تھا صبح کو اٹھ کر خادم کو آواز دی ارے فلانے! مجھ کو کچھ شبہ سا ہوگیا ہے جی چاہتا ہے کہ نہالوں طبیعت صاف ہوجائے گی چنانچہ خادم نے پانی رکھ دیا اسی جاڑے میں غسل فرمایا۔ بتلایئے اگر کچھ نہ رہا تھا تو شبہ کیسا۔ ایک مرتبہ کانپور میں ہمارے گھر بہت عورتیں آئیں اس میں اختلاف تھا کہ حضرت مولانا صاحب موصوف سے پردہ چاہیئے یا نہیں میں نے یہ اختلاف سن کر یہ حکایت ان کو سنائی اور کہا کہ اب تم خود فیصلہ کرلو کہ پردہ ضروری ہے یا نہیں' سب سن کر چپ ہورہیں حضرت جب سو برس کی عمر میں یہ قصہ ہوسکتا ہے تو پچاس برس کی عمر میں اب کیا مشکل ہے۔

آج کل کے پیر

اور بہت سے پیر جوان بھی ہوتے ہیں اور آجکل تو پیر بننا کچھ بھی مشکل نہیں ہے لمبے لمبے بال ہوں' موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہو' رنگا کرتا ہو بس پیر ہوگئے پھر وہ خواہ عورتوں کو گھوریں' لونڈوں کو تکیں' حرام حلال میں کچھ امتیاز نہ کریں انکی پیری ایسی مضبوط ہے کہ وہ کہیں سے نہیں جاتی بلکہ جس قدر کوئی خلاف شرع ہوگا اسی قدر زیادہ مقبول ہے۔ اور جس قدر حدودِ شرعیہ کے اندر ہوگا وہ پیری سے دور ہے وہ تو نرا ملاّ ہے۔

---

(۱) سردی۔

عورتوں کی بے احتیاطی

یہ تو مردوں کی حالت تھی اب عورتوں کی کیفیت سنیئے بعضے عورتیں ایسی بے حیا ہوتی ہیں کہ وہ خود مردوں کو دیکھتی ہیں یا پردہ وغیرہ اٹھا دیتی ہیں کہ دوسرا مرد ان کو دیکھ لیتا ہے اور احتیاط نہیں کرتیں۔ حدیث میں لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ "اللہ تعالیٰ دیکھنے والے اور دکھانے والے پر لعنت کرے" اس کے متعلق جو یوں عورتوں سے کہا جاتا ہے نصیحت کی جاتی ہیں تو کہتی ہیں کہ انہیں ایک دفعہ دیکھ کر پھر کیا دیکھے گا ساری عمر ترسے گا۔ جو بڑی پردہ نشین کہلاتی ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ خاوند کے سامنے تو بھنگن (۱) ہی بنی رہیں گی اور اگر کہیں جاویں گی تو تمام زیب وزینت ختم کر کے بیگم بن کر جاویں گی سخت بے حیائی کی بات ہے کہ خاوند جس کے لئے زیب وزینت کا حکم ہے اس کے سامنے تو زینت نہ کی جاوے اور دوسروں کے دیکھنے کے لئے کی جاوے چاہئے تو یہ کہ اس کا برعکس ہو' بعض عورتیں دولہا دولہن اور بارات کو دیکھتی ہیں اور ان کے مرد بھی کچھ نہیں کہتے۔ اسی طرح دوسری بے احتیاطی قابل نظر ہے وہ یہ کہ بعض مرد بڑے بے احتیاط ہوتے ہیں کہ گھر میں پکار کر نہیں جاتے ذرا کھنکارا اور فوراً اندر گھس گئے اور اکثر عورتیں بھی ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی سے اترنے سے پہلے تحقیق نہیں کراتیں کہ کوئی مرد تو اندر نہیں ہے۔ میں ایک دفعہ بیمار تھا بہت عورتیں ڈولی سے عیادت کے لئے آئیں اور بلا تحقیق اندر آ گئیں' میں نے ان کو خوب بُرا بھلا کہا اور جب عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں اس وقت اور زیادہ بے حیائی ہوتی ہے چنانچہ بسا اوقات بے کہے اس گھر کے مرد دروازے میں آ کر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اندر کسی نے منہ پھیر لیا' کسی نے آنچل سے منہ ڈھک لیا' کوئی کسی کے پیچھے ہو گئی اور طرفہ یہ کہ ہر ایک یہ جانتی ہے کہ مجھ کو نہیں دیکھا حالانکہ اس نے سب کو دیکھ لیا۔

(۱) میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس رہتی ہیں۔

بدنظری سے بچنے کی تدبیر

خلاصہ یہ کہ آنکھوں کا گناہ سخت ہے اور اس میں بہت ابتلا ہو رہا ہے اس کا بہت انتظام کرنا چاہئے اپنا بھی اور گھر والوں کا بھی اور اس کا علاج سہل[۱] یہ ہے کہ راہ میں چلنے کے وقت نیچی نگاہ کرکے چلنا چاہئیے۔ ادھر اُدھر نہ دیکھے انشاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہے گا شیطان جب مردود ہوا تو اس نے کہا تھا ﴿لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ﴾[۲] "یعنی میں ان کے (گمراہ کرنے کے) لئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا پھر ان کے پاس آؤں گا ان کے سامنے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے" چار سمتیں تو اس نے بتلائیں اور دو سمتیں باقی رہیں اوپر اور نیچے بزرگانِ دین نے اس میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ اوپر نیچے کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ

"اکثر گناہ چار سمتوں سے ہوتے ہیں پس بچنے کی دو صورتیں رہیں یا تو اوپر دیکھ کر چلو گے یا نیچے دیکھ کر۔ مگر اوپر دیکھنے میں تو گر جانے کا آنکھ میں کچھ پڑ جانے کا اندیشہ ہے اس لئے نجات کے لئے یہی شق متعین ہوئی کہ نیچے دیکھ کر چلیں"۔

صلحاء کی شان

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾[۳] "اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ کے نیک بندے نیچی نظر کرکے چلتے ہیں"

ایک بزرگ تھے وہ بات کرنے کے وقت مردوں کو بھی نہ دیکھتے تھے۔ ان سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا: دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جن کو میں پہچانتا ہوں

(۱) آسان علاج (۲) سورۃ الاعراف: ۱۶۔۱۷ (۳) سورۃ الفرقان: ۶۳۔

اور دوسرے وہ جن کو میں نہیں پہچانتا جن کو پہچانتا ہوں ان کو بلادیکھے بھی آواز سے پہچان لیتا ہوں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے اور جن کو نہیں پہچانتا ان کے دیکھنے سے کیا فائدہ ہے۔سبحان اللّٰہ!(مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ) ''کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ باتوں یا کاموں کو بالکل چھوڑ دے'' پر عمل اس کو کہتے ہیں بعض بزرگوں نے اس نظر کے گناہ سے بچنے کے واسطے جنگل میں رہنا اختیار کرلیا ہے۔شیخ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے قناعت کرد ازدنیا بغارے
چرا گفتم بشہر اندر نیائی کہ بارے بندے ازدل برکشائی
بگفت آنجاپری رویان لغزند چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

''میں نے ایک پہاڑ میں ایک بزرگ کو دیکھا جو ایک کوہ میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ شہر کے اندر کیوں نہیں آتے کہ کبھی دل پر سے بوجھ تو ہلکا ہوتا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ اس جگہ پری جیسے چہرے والے پھسل رہے ہیں اور جب مٹی زیادہ ہوجاتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتے ہیں''۔

بدنظری کی سزا

ایک بزرگ طواف کررہے تھے اور ایک چشم (۱) تھے اور کہتے جاتے تھے:(اللھم انی اعوذ بك من غضبك) ''اے اللہ میں آپ سے آپ کے غضب کی پناہ چاہتا ہوں''

کسی نے پوچھا کہ اس قدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے؟ کہا میں نے ایک لڑکے کو بُری نظر سے دیکھ لیا تھا غیب سے چپت لگا اور آنکھ پھوٹ گئی اس لئے ڈرتا ہوں کہ پھر عود (۲) نہ ہوجاوے۔

(۱)ایک آنکھ ان کی خراب تھی (۲) کہیں دوبارہ یہ سزا نہ مل جائے۔

حضرت جنیدؒ چلے جارہے تھے ایک حسین لڑکا نصرانی کا سامنے سے آرہا تھا۔ ایک مرید نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تو نے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے عنقریب اس کا مزہ تم کو معلوم ہوگا چنانچہ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ شخص قرآن بھول گیا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ)۔

بزرگوں پر خود کو قیاس نہ کرو

بعضے سچے بزرگ حسن پسند ہوئے ہیں بعض کو اس سے دھوکہ ہوگیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ حسن پرست تھے تو ہم اگر ایسا کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ سبحان اللہ کیا استدلال ہے بات یہ ہے۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شَیر و شِیر

''اچھے لوگوں کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس مت کر اگرچہ لکھنے میں شَیر اور شِیر (دودھ) ایک جیسے ہیں''۔

مرزا صاحب کی نازک مزاجی

میں ان کی حسن پرستی کی حقیقت بتلاتا ہوں کہ وہ اس معنی کے حسن پرست نہ تھے جیسے کہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ان کو ہر حسین شے اچھی معلوم ہوتی تھی اور ہر بری بے قاعدہ شے سے اس قدر نفرت تھی کہ ان کو بدصورت اور بے ڈھنگی شے دیکھنے سے تکلیف ہوتی تھی چنانچہ حضرت مرزا صاحب کو جب کہیں جانا ہوتا تھا تو پالکی میں بیٹھ کر جاتے تھے اور پالکی کے پٹ بند کرادیا کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ پٹ کیوں بند کرادیتے ہیں فرمایا کہ راستہ میں بازار وغیرہ ملتے ہیں اس میں بعض دوکانیں بے قاعدہ بنی ہوئی ہوتی ہیں مجھ کو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔

تھانہ بھون کے قاضی صاحب مع اپنے ایک ہمراہی کے مرزا صاحب کی

خدمت میں حاضر ہوئے اس ہمراہی کو ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوئی تو مرزا صاحب کی نظر پیچھے سے اس کے پائجامے پر پڑ گئی سب چھینٹیں پائجامے کے پیچھے تھیں۔ مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا اور فرمایا کہ قاضی صاحب اس شخص کے ساتھ آپ کا کیسے گذر ہوتا ہوگا۔

اکبر بادشاہ ثانی جو کہ بادشاہ وقت تھا ایک مرتبہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کو پیاس لگی کوئی خادم اس وقت موجود نہ تھا خود اٹھ کر پانی پیا اور پانی پی کر صراحی پر کٹورا ٹیڑھا رکھ دیا مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا اور طبیعت پریشان ہوگئی لیکن ضبط فرمایا چلتے وقت بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے یہاں کوئی آدمی خدمت کے لئے نہیں ہے۔ اگر ارشاد ہو تو کوئی آدمی بھیج دوں۔ اب تو مرزا صاحب سے نہ رہا گیا جھنجلا کر فرمایا کہ پہلے تم تو آدمی بنو کٹورا ٹیڑھا رکھ دیا میری طبیعت اب تک پریشان ہے ایک شخص نے مرزا صاحب کی خدمت میں انگور بھیجے بہت نفیس اور وہ منتظر داد کے ہوئے مگر مرزا صاحب ساکت تھے(۱) آخر اس نے خود پوچھا کہ حضرت انگور کیسے تھے؟ فرمایا کہ مُردوں کی بو آتی تھی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں انگور بوئے گئے تھے وہ انگور وہاں سے آئے تھے۔ مرزا صاحب کے اندر حسن پسندی تھی تو وہ طبعی تھی، طبیعت کی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی تھی کہ ہر اچھی شے پسند فرماتے تھے۔ ان کے نفس میں بُرے خیال کا شائبہ بھی نہ تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بچپن میں بھی بدصورت کی گود میں نہ جاتے تھے بھلا اس وقت کیا احتمال ہوسکتا ہے۔ خواجہ میر دردؒ کی نسبت لوگوں نے آ کر مرزا صاحب سے عرض کیا کہ خواجہ صاحب راگ سنتے ہیں۔ فرمایا کہ بھائی وہ کن رس میں مبتلا ہیں میں آنکھ رس میں یعنی ان کو کانوں کا مرض ہے مجھ کو آنکھوں کا آپ نے اس کو بھی مرض سے تعبیر فرمایا۔

(۱) خاموش تھے۔

مرید کی اصلاح

ایک بزرگ کی کیفیت یہ تھی کہ حسین لڑکے ان کی خدمت کرتے تھے اور گاہ گاہ ان کو پیار بھی کرتے تھے۔ ایک روز ان کے ایک مرید نے بھی ایک لڑکے کو پیار کرلیا پیر سمجھ گئے کہ اس نے میرا اتباع کیا ہے ایک روز بازار میں گئے لوہار کی دوکان پر دیکھا کہ لوہا سرخ انگارا(۱) سا ہورہا ہے پیر صاحب نے فوراً جاکر اس کو پیار کرلیا اور اس مرید سے فرمایا کہ آیئے تشریف لایئے اس کو بھی پیار کیجئے پھر تو یہ گھبرائے اس وقت انہوں نے ان کو ڈانٹا کہ خبردار ہم پر اپنے کو مت قیاس کرو ایک بزرگ کو دیکھا گیا کہ ایک حسین لڑکے سے پاؤں دبوارہے ہیں ایک شخص کو وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے شیخ ہیں لڑکے سے پاؤں دبواتے ہیں فرمایا کہ آگ کی انگیٹھی اٹھالاؤ دہکتی آگ میں پاؤں رکھدیئے اور یہ فرمایا کہ ہم کو کچھ حس نہیں ہمارے نزدیک یہ آگ اور یہ لڑکا برابر ہے۔

تہمت کے مقام سے احتراز

لیکن یاد رکھو! ایسے بزرگوں سے جن کا ظاہر خلاف شرع نظر آوے بیعت ہونا جائز نہیں محققین کی یہ شان نہیں ہے جو لوگ مسند ارشاد پر متمکن ہوتے ہیں اور ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ'' کے خطاب سے مشرف ہیں وہ بالکل متبع سنت نبویہ ﷺ کے ہوتے ہیں ان کی ہر وضع سنت کے موافق ہوتی ہے اور تہمت اور بدگمانی کے موقع سے بچنا بھی سنت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی شان اس باب میں یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد میں معتکف تھے۔ حضرت صفیہؓ جو کہ ازواج مطہرات میں سے ہیں

(۱) آگ کا جلتا ہوا کوئلہ۔

وہاں تشریف لائیں۔واپسی کے وقت حضور ﷺ ان کے پہنچانے کے لئے ان کے ساتھ دروازے تک کہ وہ مسجد ہی کی طرف تھا تشریف لائے سامنے دیکھا کہ دو شخص آرہے ہیں فرمایا کہ ''علی سلکما'' یعنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ یہاں پردہ ہے۔اور اس کے بعد فرمایا: ''یاایھا صفیة'' یعنی یہ عورت صفیہ تھی اور کوئی اجنبیہ نہ تھی ''فکبر علیھما ذلك'' یعنی یہ بات ان دونوں پر بہت بھاری ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ پر ایسا گمان ہوسکتا ہے' فرمایا شیطان ابن آدم کے اندر بجائے خون کے دوڑتا ہے مجھے خیال ہوا کہ کبھی وہ تمہارے ایمان کو نہ تباہ کردے۔پس جو لوگ ارشاد کی شان لئے ہوئے ہیں وہ تو ایہام سے بھی بچتے ہیں ایسے حضرات قابل بیعت ہیں باقی جن کا ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ مکار ہیں باطن بھی ان کا موافق نہیں ہے وہ مردود ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ باطن ان کا بالکل شریعت کے موافق ہوتا ہے لیکن ظاہر ان کا ہماری سمجھ میں نہیں رہتا ان پر اعتراض نہ کرے اور نہ ان کا اتباع کرے غرض مرشد ایسے کو بنادے جو ظاہراً و باطناً پاک صاف ہو۔

دل کے گناہ

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی دلیل اور سہارا بدنگاہی کے متعلق نہیں بدنگاہی ہر پہلو سے حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔آگے فرماتے ہیں: ﴿وما تخفی الصدور﴾ یعنی جس شے کو سینے میں چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتے ہیں یہ پہلے سے اشد ہے یعنی معصیت صرف نگاہ ہی سے نہیں بلکہ دل سے بھی ہوتی ہے بہت لوگ دل سے سوچا کرتے ہیں اور عورتوں و مردوں کا تصور کرتے ہیں اور خیال سے مزے لیتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم متقی ہیں خوب سمجھ لو کہ یہ سب تلبیس

ابلیس لعین (۱) ہے بلکہ بعض مرتبہ دل کے اندر سوچنے سے اور دل کے اندر باتیں کرنے سے اور زیادہ فتنہ ہوتا ہے کیونکہ نگاہ کرنے میں تو بعض مرتبہ قبیح (۲) و بدصورت ثابت ہوتا ہے اور دل کے اندر باتیں کرنے میں تو طبیعت کو زیادہ لگاؤ ہو جاتا ہے اور قلب سے کسی طرح وہ بات نہیں نکلتی بلکہ محض نگاہ نہ کرنے سے اپنے کو صاحبِ مجاہدہ سمجھ کر زیادہ مقرب سمجھتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ دل میں متمتع ہو رہا ہوں (۳) تو مجاہدہ کہاں رہا؟ غرض اس کا انسداد بھی بہت ضروری ہے اور چونکہ قلب کے اندر کانوں کے واسطے سے بھی باتیں اس قسم کی پہنچتی ہیں اس لئے جس طرح آنکھوں کی حفاظت ضروری ہے کانوں کی نگہداشت بھی ضروری ہے کہ ایسے قصے اور حکایات نہ سنے نہ ایسے مقام پر جاوے جہاں گانا بجانا ہو رہا ہو بعض مرتبہ خود قلب ہی سے معصیت صادر ہوتی ہے صدور کے وقت آنکھ کان کا واسطہ نہیں ہوتا مثلاً پہلی دیکھی ہوئی صورتیں یاد آتی ہیں اور ان سے التذاذ ہوتا ہے (۴) اور معصیت قلب کا معصیت عین سے اشد ہونا ایک اور وجہ سے بھی ہے (۵) وہ یہ کہ قلب سے سوچنے اور آنکھوں سے دیکھنے میں ایک فرق بھی ہے یعنی آنکھوں کے گناہ میں تو نفس فعل کو کوئی دیکھ بھی سکتا ہے گو نیت پر مطلع نہ ہو اور دل کے اندر سوچنے کے فعل کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا اس کی اطلاع سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں اس سے وہی بچے گا جس کے قلب میں تقویٰ ہو۔

بدنظری کا علاج

اس کے بعد سمجھنا چاہیئے کہ اس مرض کے ازالہ میں تین درجہ ہیں قلب (۶) کو باوجود تقاضے کے روکنا، تقاضے کو ضعیف کر دینا، اور قلع المقتضٰی یعنی مادہ

(۱) یہ سب شیطانی دھوکہ ہے۔ (۲) برا (۳) دل میں اس سے مزا لے رہا ہے (۴) لذت حاصل کی جاتی ہے (۵) دل کے گناہ کا آنکھ کے گناہ سے زیادہ سخت ہونا ایک اور وجہ سے بھی ہے (۶) دل۔

ہی کا قلع قمع کر دینا ان میں سے قلب کو روکنا یعنی دل کو خود اس طرف متوف متوجہ نہ ہونے دینا یہ امر تو اختیاری ہے کہ اگر آپ سے آپ جائے تو تم اس کو روکو اور اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ جب قلب کسی حسین کی طرف مائل ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً کسی ''کریهة المنظر ''(۱) بدشکل بدصورت بدہیئت کی طرف دیکھو اگر کوئی موجود نہ ہو کسی ایسے بدصورت کا خیال باندھو کہ ایک شخص ہے کالا رنگ ہے چیچک کے داغ ہیں آنکھوں سے اندھا ہے سر سے گنجا ہے رال بہہ رہی ہے دانت آگے کو نکلے ہوئے ہیں ناک سے نکٹا ہے ہونٹ بڑے بڑے ہیں۔ سینک بہہ رہا ہے(۲) اور مکھیاں اس پر بیٹھی ہیں گو ایسا شخص دیکھا نہ ہو مگر قوتِ متخیلہ سے تراش لو کیونکہ تمہارے دماغ میں ایک قوتِ متخیلہ ہے آخر اس سے کسی روز کام تو لو گے متخیلہ کا کام تو جوڑ کا ہے جب ایسا شخص فرض کیا جا سکتا ہے اس کا مراقبہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ وہ فساد جو حسین کے دیکھنے سے قلب میں ہوا ہے وہ جاتا رہے گا اور اگر پھر خیال آوے پھر بھی تصور کرو۔

دوسرا علاج

اور اگر یہ مراقبہ کفایت کے درجہ میں نافع نہ ہو اور بار بار اسی حسین کا تصور ستادے تو یوں خیال کرو کہ یہ محبوب ایک روز مرے گا اور قبر میں جاوے گا وہاں اس کا نازک بدن سڑ گل جاوے گا کیڑے اس کو کھالیں گے یہ خیال تو فوری علاج ہے۔

---

(۱) ناپسندیدہ منظر (۲) ناک بہہ رہی ہے۔

بدنظری کا مستقل علاج

اور آئندہ کے لئے تقاضا پیدا ہونے کا علاج یہ ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت کرو دوسرے یہ کہ عذابِ الٰہی کا تصور کرو تیسرے یہ کہ یہ تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کو مجھ پر پوری قدرت ہے طول مراقبات اور کثرت مجاہدات (۱) سے یہ چور دل میں سے نکلے گا۔ جلدی نہ جاوے گا جلد نہ کرے اس لئے کہ یہ ایسا پرانا مرض ایک دن یا ایک ہفتہ میں نہیں جاتا۔ یہاں مجھ کو شاہ محمود غزنوی کی حکایت یاد آ گئی محمود نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک ہمراہی سپاہی نے ایک مندر میں جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھا برہمن پوجا پاٹ کر رہا ہے۔ سپاہی نے تلوار دکھلائی کہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو ورنہ اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ برہمن نے کہا کہ حضور ذرا ٹھہریئے' سپاہی نے پھر تقاضا کیا برہمن نے عرض کی حضور نوے برس کا رام تو دل میں سے نکلتے ہی نکلتے نکلے گا ذرا سی دیر میں کیسے نکل جاوے۔ خوب کہا ہے۔

صوفی نہ شود صافی تا درنکشد جامی بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

''صوفی کے دل کی صفائی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ جامی دروازہ نہ کھٹکھٹائے' بہت سے سفر کرنے چاہیئے تا کہ کچا پن جاتا رہے اور پکا صوفی بن جائے''

ہمت مت ہارو مجاہدہ کرتے رہو رفتہ رفتہ یہ تقاضا ضعیف ہو جاوے گا اور قابو میں آ جاوٴیگا کہ اپنے محل پر صرف ہوگا اور غیر محل کے لئے متحرک نہ ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

شیطانی وسوسہ

تیسرا درجہ یہ کہ مادہ بھی منقطع ہوجاوے یعنی بالکل میلان ہی کبھی پیدا نہ ہو یہ وہ مرتبہ ہے کہ جس کو نادان سالک مطلوب سمجھتے ہیں اور اس کے حاصل نہ ہونے پر پریشان ہوتے ہیں یعنی جب اپنے اندر کسی وقت ایسا میلان پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا سب ذکر وشغل اور مجاہدہ ضائع گیا حتیٰ کہ ایسے کلمات پریشانی میں ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں کہ بے ادبی اور گستاخی ہوجاتی ہے مثلاً ہم اتنے روز سے طلب حق میں رہے مگر ہم پر رحم نہیں آتا کہ ویسے ہی محروم ہیں یاد رکھو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے یہ ہرگز مطلوب نہیں کہ مادہ منقطع ہوجاوے اور اگر مادہ جاتا رہے تو گناہ سے بچنے میں کوئی کمال نہیں' اندھا اگر فکر کرے کہ میں دیکھتا نہیں کون سی فخر کی بات ہے' دیکھے گا کیا دیکھنے کا آلہ نہیں عنین (۱) اگر عفت کا دعویٰ کرے تو کیا کمال ہے لطف اور کمال مطلوب تو یہ ہے گناہ کر سکو اور پھر اپنے دل کو روکو جس کا میں نے فوری علاج اور تقاضا روکنے کی تدبیر دونوں بیان کردیئے رہا مادہ زائل کردینا یہ مطلوب ہی نہیں بلکہ اس کا زائل کرنا جائز ہی نہیں۔

خلاصہ وعظ

خلاصہ یہ کہ مجھے اس گناہ پر متنبہ کرنا منظور ہے اس لئے کہ اس گناہ کا ابتلا عام تھا حتیٰ کہ جو نیک کہلاتے ہیں وہ بھی اس میں مبتلا ہیں خدا کے واسطے اس کا انتظام کرنا چاہئے' افسوس منہ سے تو حق تعالیٰ کی محبت کا دعوی اور غیر پر نظر افسوس صد افسوس۔

---

(۲) نامرد۔

اس وقت مجھ کو ایک حکایت یاد آئی کہ ایک عورت جارہی تھی کوئی ہواپرست اس کے ساتھ ساتھ ہولیا اس عورت نے پوچھا تم کون ہو اور میرے پیچھے کیوں آتے ہو کہا میں تجھ پر عاشق ہوگیا اس لئے آتا ہوں عورت نے جواب دیا کہ پیچھے ایک میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے اس کے دیکھنے کو پیچھے چلا اس عورت نے اس کے ایک دھول دی اور کہا:

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی　　دربیان دعویٰ خود صادقی

پس چرا برغیر افگندی نظر　　ایں بود دعویٰ عشق اے بے ہنر

''کہا کہ اے بے وقوف اگر تو سچا عاشق ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو پھر کیوں غیر پر نظر ڈالتا ہے اے بے خبر کیا اسے ہی عشق کا دعویٰ کہتے ہیں''

صاحبو اگر حق تعالیٰ سامنے کھڑا کر کے اتنا دریافت فرمالیں کہ تو نے ہم کو چھوڑ کر غیر پر کیوں نظر کی تو بتلایئے کیا جواب ہے؟ یہ ہلکی بات نہیں اس کا بہت بڑا اہتمام کرنا چاہئے ایک اور تدبیر ہے جو مقوی ہے ان تدابیر کی(۱) وہ یہ کہ جب قلب میں ایسا خیال پیدا ہو تو ایسا کرو کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھو اور توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو جب نگاہ پڑے یا دل میں تقاضا پیدا ہو فوراً ایسا ہی کرو ایک دن تو بہت سی رکعتیں پڑھنا پڑیں گی دوسرے دن بہت کم ایسا خیال آوے گا اسی طرح بتدریج نکل جاوے گا اس لئے کہ نفس کو نماز بڑی گراں ہے۔ جب دیکھے گا کہ ذرا سا مزہ لینے پر یہ مصیبت ہوتی ہے یہ ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے پھر ایسے وسوسے نہ آویں گے۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سب آفات سے محفوظ رکھیں۔ آمین ثم آمین

تمت بالخیر

(۱) ان تدبیروں کو تقویت دینے والی ایک اور تدبیر ہے۔

غض البصر

(نگاہوں کی حفاظت کا اہتمام)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خطبۂ ماثورہ	۳
۲	وجہِ انتخابِ مضمون	۳
۳	حقیقتِ مرض	۴
۴	تکلیف کے احساس کی وجہ	۴
۵	ایک لطیفہ	۵
۶	اُمِ سُلیمؓ کی فراست	۶
۷	تعزیت کا خوبصورت انداز	۷
۸	موت کی حقیقت	۷
۹	دنیا اور آخرت کی مثال	۸
۱۰	اُمِ سُلیمؓ کا صبر وتحمل	۹
۱۱	امراضِ جسمانی اور روحانی کے علاج میں لوگوں کی حالت	۹
۱۲	قابل توجہ مرض	۱۰
۱۳	بدنگاہی میں ابتلاء	۱۱
۱۴	حضرت عثمانؓ کی بصیرت	۱۲
۱۵	بدنگاہی کی ظلمت	۱۲

۱۶	اہل اللہ کی شان	۱۲
۱۷	مصلح سے اپنا حال کہہ دو	۱۳
۱۸	بدنظری کا مرض	۱۴
۱۹	اللہ تعالیٰ بدنگاہی کرنے والے کو جانتے ہیں	۱۵
۲۰	تفسیر آیت	۱۵
۲۱	باعتبار حیاء لوگوں کی اقسام	۱۶
۲۲	بدنظری کے بارے میں لوگوں کے احوال	۱۷
۲۳	امرد پرستی کا نقصان	۱۷
۲۴	بدنظری اور دوسرے گناہوں میں فرق	۱۸
۲۵	غلط فہمی کا ازالہ	۱۹
۲۶	نوعمر لڑکوں کی طرف میلان شہوت پرستی ہے	۲۰
۲۷	ملا جامیؒ کے اشعار سے غلط استدلال	۲۰
۲۸	عشق مجازی کا فائدہ	۲۱
۲۹	حکایت	۲۳
۳۰	عشق مجازی کی حقیقت	۲۴
۳۱	عشقِ مجازی کو عشق حقیقی میں تبدیل کرنے کا طریقہ	۲۴
۳۲	ملا جامیؒ کے اشعار کا مطلب	۲۵
۳۳	زنا کی صورتیں	۲۶
۳۴	عورتوں کو پیر سے پردہ کرنا واجب ہے	۲۷

۳۵	غیر مردوں سے سخت لہجہ میں گفتگو کرنا	۲۸
۳۶	مرد و عورت کا تنہائی میں اکٹھا ہونا پر خطر ہے	۲۸
۳۷	بوڑھوں سے بھی پردہ ضروری ہے	۲۹
۳۸	آج کل کے پیر	۲۹
۳۹	عورتوں کی بے احتیاطی	۳۰
۴۰	بدنظری سے بچنے کی تدبیر	۳۱
۴۱	صلحاء کی شان	۳۱
۴۲	بدنظری کی سزا	۳۲
۴۳	بزرگوں پر خود کو قیاس نہ کرو	۳۳
۴۴	مرزا صاحب کی نازک مزاجی	۳۳
۴۵	مرید کی اصلاح	۳۵
۴۶	تہمت کے مقام سے احتراز	۳۵
۴۷	دل کے گناہ	۳۶
۴۸	بدنظری کا علاج	۳۷
۴۹	دوسرا علاج	۳۸
۵۰	بدنظری کا مستقل علاج	۳۹
۵۱	شیطانی وسوسہ	۴۰
۵۲	خلاصہ وعظ	۴۰